محسنِ انسانیتؐ

ایک نظر میں

(حضورِ پاک کی شخصیت کا ایک اجمالی خاکہ)

از جناب ابو السلام نعیم صدیقی صاحب

ایک جھلک[1] کسی بھی شخصیت کو سمجھنے میں اس کی وجاہت بہت بڑی مدد دیتی ہے۔ آدمی کا سراپا، اس کے بدن کی ساخت، اس کے اعضاء کا تناسبِ خاص، اس کے ذہنی، اخلاقی اور جذباتی مرتبے کا آئینہ دار ہوتا ہے خصوصاً چہرہ ایک ایسا قرطاس ہوتا ہے جس پر انسانی کردار اور کارناموں کی ساری داستان لکھی ہوتی ہے اور اس پر ایک نظر ڈالتے ہی ہم کسی کے مقام کا تصور کر سکتے ہیں۔

ہم بعد کے لوگوں کی یہ کوتاہیٔ قسمت ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کا روئے زیبا ہمارے سامنے نہیں ہے اور نہ ہم عالمِ واقعہ میں سر کی آنکھوں سے زیارت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں ہم حضورؐ کے حسن و جمال کی جو کچھ بھی جھلک پا سکتے ہیں، وہ حضورؐ کے پیغام اور کارنامے کے آئینے ہی میں پا سکتے ہیں۔

حضورؐ کی کوئی حقیقی شبیہ یا تصویر موجود نہیں ہے۔ خود ہی حضورؐ نے امت کو اس سے باز رکھا، کیونکہ تصویر کا فتنہ شرک سے ورے ورے نہ رک سکتا۔ حضورؐ کی اگر کوئی تصویر موجود ہوتی تو نہ جانے اس کے ساتھ کیا کیا کرامات اور اعجاز منسوب ہو جاتے اور اس کے اعزاز کے لیے کیسی کیسی رسمیں اور تقریبیں نمودار ہو چکی ہوتیں، بلکہ بعید نہ تھا کہ اس کی پرستش ہونے لگتی۔ یورپ میں حضورؐ کی فرضی تصاویر بنائی جاتی رہی ہیں، لیکن کونسا آرٹسٹ ایسا ہے کہ جو حضورؐ کے عالمِ خیال اور کردار کا

---

[1] دوسری کتابیں بھی سامنے ہیں، لیکن اس موضوع کے لیے مؤلف زیادہ تر شمائلِ ترمذی کا منت کش رہا۔

شوشہ بہ شوشہ کامل اور جامع تصور رکھتا ہو اور پھر اس تصور کو لکیروں اور رنگوں میں پوری طرح جلوہ گر کر سکے۔ فرضی تصویریں جو کچھ بھی بنتی ہیں وہ اس مخصوص پیکر کی نہیں ہوتیں جس کا اسم مبارک محمد تھا بلکہ کسی موہوم وجود کا خاکہ گھڑ کر اس کو حضورؐ کا نام دے دیا جاتا ہے۔ معاملہ دیانت کے تابع بھی نہیں رہتا، بلکہ دانستہ ایسی تصویریں پیش کی جاتی ہیں جن سے ایک کمزور اور ناقص شخصیت کا تصور پیدا ہو۔ ان تصاویر کے لیے رنگ انہی متعصبانہ تصانیف اور چرچوں سے لیا جاتا ہے جو عناد اور کج فہمی اور حقیقت ناشناسی کے مظہر ہیں۔ انبیاء اور صلحاء کی فرضی تصاویر بنانے یا ان کے کردار ڈراموں میں لانے سے نقصان یہی ہے کہ ان کے اصل کردار ان پردوں کے پیچھے بالکل گم ہو کے نہ رہ جائیں

لیکن حضورؐ کے صحابیوں نے کم سے کم پردۂ الفاظ میں حضورؐ کی شبیہ کو مرتب کر دیا ہے اور اسے محفوظ حالت میں اصحابِ روایت نے ہم تک پہنچا دیا ہے۔ یہاں ہم اسی لفظی شبیہ کو پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین حضورؐ کے کردار کا مطالعہ کرنے سے پہلے اس عظیم انسان کی ایک جھلک دیکھ لیں۔ یہ گویا ایک نوع کی ملاقات ہے نہ ایک تعارف !!

حضورؐ کے چہرۂ اقدس، قدوقامت، خدوخال، چال ڈھال اور وجاہت کا جو عکس صدیوں کے پردوں سے چھن کر ہم تک پہنچتا ہے وہ بہرحال ایک ایسے انسان کا تصور دلاتا ہے جو ذہانت، شجاعت، صبر و استقامت، راستی و دیانت، عالی ظرفی، سخاوت، فرض شناسی، وفا و انکسار اور فصاحت و بلاغت جیسے اوصافِ حمیدہ کا جامع تھا بلکہ کہنا چاہیے کہ حضورؐ کے جسمانی نقشے میں روحِ نبوت کا پرتو دیکھا جا سکتا ہے اور آپؐ کی وجاہت خود آپؐ کے مقدس مرتبہ کی ایک دلیل تھی۔ اس موقعہ پر آپ کا ایک ارشاد یاد آیا۔ فرمایا ان التقوی اللہ تبیض الوجوہ۔ خدا کا تقویٰ ہی چہروں کو روشن کرتا ہے۔ نبوت تو ایمان و تقویٰ کی معراج ہے، نبی کا چہرہ تو نور افشاں ہونا ہی چاہیے۔

سو یہ ہے اس آفتابِ حق کی ایک جھلک:

وجاہت ——

★ "مَیں نے جونہی حضورؐ کو دیکھا تو فوراً سمجھ لیا کہ آپؐ کا چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا"[1] [عبداللہ بن سلامؓ]

★ "مَیں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو لوگوں نے دکھایا کہ یہ ہیں خدا کے رسول! — دیکھتے ہی مَیں نے کہا "واقعی یہ اللہ کے نبی ہیں"!"[2] [ابو رمثہ تیمی]

★ "مطمئن رہو۔ مَیں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ وہ کبھی تمہارے ساتھ بدمعاملگی کرنے والا شخص نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا آدمی (اونٹ کی) رقم ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گی"[3]

[ایک معزز خاتون]

★ "ہم نے ایسا خوب رو شخص کوئی اور نہیں دیکھا"[4] ... ہم نے اس کے منہ سے

---

[1] یہود کے ایک بڑے عالم تھے جن کا نام حُصَین تھا۔ سرورِ عالم کے مدینہ آنے پر یہ دیکھنے کو گئے دیکھتے ہی ان کو جو تاثر ہوا، بعد میں اسے انھوں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ایمان لائے اور عبداللہ نام تجویز ہوا۔ (سیرۃ المصطفیٰ۔ مولانا ادریس کاندھلوی۔ جلد اول ص ۳۴۹:۳۵)

[2] شمائل ترمذی

[3] مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ وارد ہوا اور شہر سے باہر ٹھہرا۔ حضورؐ کا اتفاقاً اس طرف گزر ہوا۔ ایک اونٹ کا سودا کر لیا اور یہ کہہ کر اونٹ ساتھ لے آئے کہ قیمت بھجوائے دیتا ہوں۔ بعد میں قافلے والوں کو تشویش ہوئی کہ بغیر جان پہچان کے معاملہ کر لیا۔ اس پر سردارِ قافلہ کی خاتون نے مذکورہ فقرہ کہا۔ یہ واقعہ طارق بن عبداللہ نے بیان کیا جو خود شریکِ قافلہ تھے۔ بعد میں حضورؐ نے طے شدہ قیمت سے زیادہ مقدار میں کھجوریں بھجوا دیں۔

(سیرت النبی مولانا شبلی مرحوم۔ جلد دوم ص ۲۸۰۔ المواہب اللدنیہ۔ ج ۱ ص ۲۴۴)

[4] یہ خواتین حضورؐ کی خدمت میں ابو قرصافہ کے ساتھ بیعتِ اسلام کے لیے گئی تھیں اور لوٹتے ہوئے انھوں نے اپنے تاثرات بیان کیے۔ (المواہب اللدنیہ جلد اول ص ۲۵۵)

روشنی سی نکلتی دیکھی ہے۔" [ابو قرصافہ کی والدہ اور خالہ]

★ "حضورؐ سے زیادہ خوب رو کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا، گویا آفتاب چمک رہا ہے۔"

[ابو ہریرہ]

★ "اگر تم حضورؐ کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سورج طلوع ہو گیا ہے۔"

[ربیع بنت معوذ]

★ "دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا۔" [حضرت علیؓ]

★ "میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضورؐ کو دیکھ رہا تھا۔ آپ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو۔ بالآخر میں اس فیصلے پر پہنچا کہ حضور اکرمؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔" [حضرت جابر بن سمرؓ]

★ "خوشی میں حضورؐ کا چہرہ ایسا چمکتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپؐ کی خوشی کو پہچان جاتے تھے۔" [کعب بن مالک]

★ "چہرے پر چاند کی سی چمک تھی۔" [ہند بن ابی ہالہ]

چہرہ

★ "بدر کی طرح گولائی لیے ہوئے۔" [براء بن عازب]

★ "چہرہ بالکل گول نہیں تھا — ہلکی گولائی لیے ہوئے۔" [حضرت علی]

★ "پیشانی کشادہ — ابرو خمدار — باریک اور گنجان — دونوں جدا جدا! — دونوں کے درمیان میں ایک رگ کا ابھار جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا۔"

[ہند بن ابی ہالہ]

★ "مسرت پیشانی سے جھلکتی تھی۔" [کعب بن مالک]

رنگت

★ "نہ چونے کی طرح سفیدی — نہ سانولا پن۔ گندم گوں جس میں سفیدی غالب تھی۔"
[حضرت انس]

★ "سفید، سرخی مائل" [حضرت علی]

★ "سفید مگر ملاحت دار" [ابو الطفیل]

★ "سفید — چمک دار" [ہند بن ابی ہالہ]

★ "گویا کہ چاندی سے بدن ڈھلا ہوا تھا" [حضرت ابو ہریرہؓ]

آنکھیں ——

★ "آنکھیں سیاہ — پلکیں دراز" [حضرت علی]

★ "پتلیاں سیاہ — نظریں نیچی — گوشۂ چشم سے دیکھنے کا حیاوارانہ انداز" [ہند بن ابی ہالہ]

★ "سفید حصے میں سرخ ڈورے — آنکھوں کا خانہ لمبا۔ قدرتی سرمگیں" [جابر بن سمرہ]

ناک ——

★ "بلندی مائل — اس پر نورانی چمک — جس کی وجہ سے ابتدائی نظر میں بڑی معلوم ہوتی۔ [ہند بن ابی ہالہ]

رخسار ——

★ "ہموار اور ہلکے — نیچے کو ذرا سا گوشت ڈھلکا ہوا" [ہند بن ابی ہالہ]

دہن ——

★ "فراخ —" [جابر بن سمرہ]

★ "بہ اعتدال سے فراخ" [ہند بن ابی ہالہ]

دندان مبارک ——

★ "باریک — آبدار — سامنے کے دانتوں میں خوشنما ریخیں" [حضرت ابن عباس]

★ "تکلم فرماتے تو دانتوں سے چمک سی نکلتی معلوم ہوتی" [حضرت انس]

ریش ——

★ "بھرپور اور گنجان بال" [ہند بن ابی ہالہ]

گردن ———

★ "پتلی، لمبی ——— جیسے مورتی کی طرح خوبصورتی سے تراشی گئی ہو ——"

★ "گردن کی رنگت چاندی جیسی اجلی اور خوشنما" [ہند بن ابی ہالہ]

سر ———

★ "بڑا ——— مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ" [ہند بن ابی ہالہ]

بال ———

★ "قدرے خمدار" [حضرت ابوہریرہؓ]

★ "نہ بالکل سیدھے تنے ہوئے ——— نہ زیادہ پیچدار" [قتادہ]

★ "ہلکا خم لیے ہوئے" [حضرت انس]

★ "گنجان ——— کبھی کبھی کانوں کی لو تک لمبے! کبھی شانوں تک"! [براء بن عازب]

★ "درمیان سے نکلی ہوئی مانگ" [ہند بن ابی ہالہ]

★ "بدن پر بال زیادہ نہ تھے ——— سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر" [حضرت علیؓ]

[ہند بن ابی ہالہ]

★ کندھوں، بازوؤں اور سینہ کے بالائی حصہ پر تھوڑے سے بال تھے"

[ہند بن ابی ہالہ]

مجموعی ڈھانچہ ———

★ "بدن گٹھا ہوا ——— اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط" [ہند بن ابی ہالہ]

★ "بدن موٹا نہیں تھا" [حضرت علیؓ]

★ "قد ——— نہ زیادہ لمبا تھا، نہ پست! ——— میانہ" [حضرت انس]

★ "قامت مائل بہ درازی! ——— مجمع میں ہوں تو دوسروں سے قد نکلتا ہوا معلوم

ہوتا"۔ [براء بن عازب]

★ "توند بڑھی ہوئی نہ تھی"۔ [ام معبد]

★ دنیوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے والوں سے حضورؐ کا جسم (باوجود فقر و فاقہ کے)
زیادہ تر و تازہ اور توانا تھا"۔ [المواہب ج ۱ ص ۔۔۔]

★ "میں نے رسول اللہؐ سے بڑھ کر کوئی اور بہادر و زور آور نہیں دیکھا"۔[1] [ابن عمر]

کندھے اور سینہ ——

★ "سینہ چوڑا —— سینہ اور پیٹ ہموار"۔ [ہند بن ابی ہالہ]

★ "سینہ چوڑا"۔ [براء بن عازب]

★ "مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے ذرا زیادہ"۔ [ہند بن ابی ہالہ، براء بن عازب]

★ "کندھوں کا درمیانی حصہ پُرگوشت"۔ [حضرت علی]

بازو اور ہاتھ ——

★ "کلائیاں دراز —— ہتھیلیاں فراخ —— انگلیاں موزوں حد تک دراز"۔

[ہند بن ابی ہالہ]

★ "ریشم کا دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں جسے میں نے چھوا ہو اور وہ حضورؐ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و گداز ہو"۔ [حضرت انس]

قدم ——

---

[1] مشہور واقعہ ہے کہ حضورؐ نے عمرہ کیا تو سو اونٹ بہ نفسِ نفیس ہانکے اور ان کو نحر کیا اور مساکین میں تقسیم کیا۔

[2] مکہ میں رکانہ نامی ایک پہلوان تھا جو اکھاڑوں میں کشتیاں لڑتا۔ ایک دن حضورؐ کسی ملحقہ وادی میں اس سے ملے اور اپنی دعوت دی۔ اس نے دعوت کے لیے کوئی معیار صدق طلب کیا۔ اس کے ذوق کے پیش نظر حضورؐ نے کشتی کرنا پسند کر لیا۔ تین بار کشتی ہوئی اور تینوں بار آپ نے اسے پچھاڑ دیا! اسی رکانہ پہلوان کے بیٹے ابو جعفر محمد کی یہ روایت حاکم نے مستدرک میں لی ہے اور ابو داؤد اور ترمذی نے اسے پیش کیا ہے۔ بیہقی نے سعید بن جبیر کی دوسری روایت لی ہے جس میں آتا ہے کہ حضورؐ نے بعض دیگر لوگوں کو بھی کشتی میں پچھاڑا ہے جن میں ایک ابو الاسود جمحی بھی ہے۔
(المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۰۲)

★ "پنڈلیاں پُر گوشت نہ تھیں — ہلکی ہلکی سُتی ہوئی" [جابر بن سمرہ]

★ "ہتھیلیاں اور پاؤں پُر گوشت — تلوے قدرے گہرے — قدم چکنے کہ پانی نہ ٹھہرے" [ہند بن ابی ہالہ]

★ "ایڑیوں پر گوشت بہت کم" [جابر بن سمرہ]

ایک جامع لفظی تصویر یُوں تو حضورؐ کے متعدد رفقاء نے حضورؐ کی شخصیت کے مرقعے لفظوں میں پیش کیے ہیں، لیکن ام معبدؓ نے جو تصویر مرتب کی ہے اس کا جواب نہیں۔ وادیٔ ہجرت کا سفر طے کرتے ہوئے مسافرِ حق جب اپنی منزلِ اوّل (غارِ ثور) سے چلا تو پہلے ہی روز قوم خزاعہ کی اس نیک نہاد بڑھیا کا خیمہ راہ میں پڑا۔ حضورؐ اور آپ کے ہمراہی پیاسے تھے۔ فیضانِ خاص تھا کہ مریل سی بھوکی بکری نے اس لمحہ وافر مقدار میں دودھ دیا۔ حضورؐ نے بھی پیا، ہمراہیوں نے بھی اور کچھ بچ رہا۔ ام معبد کے شوہر نے گھر آکر دودھ دیکھا تو اچنبھے سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے سارا حال بیان کیا۔ وہ پوچھنے لگا کہ اچھا اس قریشی نوجوان کا نقشہ تو بیان کرو، یہ وہی تو نہیں جس کی تمنا ہے۔ اس پر ام معبد نے حسین ترین الفاظ میں تصویر کھینچی۔ ام معبد کو نہ تو کوئی تعارف تھا، نہ کسی طرح کا تعصب، بلکہ جو کچھ دیکھا من عن کہہ دیا۔ اصل عربی میں دیکھنے کی چیز ہے[1]۔ اس کا جو ترجمہ مؤلف رحمۃ للعلمین نے کیا ہے اسی کو ہم یہاں لے رہے ہیں:

"پاکیزہ رُو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خُو، نہ تو نکلی ہوئی، نہ چندیا کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریلے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلبستگی لیے ہوئے، دُور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشیٔ الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی،

---

[1] ملاحظہ ہو: زاد المعاد ج ۱ ص ۳۰۷

میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر، والا قدر، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو[1]۔"

لباس | آدمی کی شخصیت کا واضح اظہار اس کے لباس سے بھی ہوتا ہے۔ اس کی وضع قطع، قصر و طول، رنگت، معیار، صفائی اور ایسے ہی مختلف پہلو بتا دیتے ہیں کہ کسی لباس میں ملبوس شخصیت کس ذہن و کردار سے آراستہ ہے۔ نبی اکرم کے لباس کے بارے میں حضورؐ کے رفقاء نے جو معلومات دی ہیں وہ بڑی حد تک حضورؐ کے ذوق کو نمایاں کر دیتی ہیں۔ حضورؐ نے لباس کے معاملے میں درحقیقت اس آیت کی عملی شرح پیش فرمائی ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ (اعراف-۲۶)

اے اولادِ آدم! ہم نے تمہارے ستر ڈھانکنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لیے مقرر کیا ہے اور لباسِ تقویٰ بہترین ہے۔

دوسرا پہلو لباس کا "سرابیل تقیکم الحر و سرابیل تقیکم بأسکم" (تمہیں گرمی سے بچانے اور جنگ میں محفوظ رکھنے کے لیے قمیصیں اور زرہیں فراہم کیں ـــ النحل) کے الفاظ میں بیان ہوا ہے سو حضورؐ کا لباس ساتر تھا، زینت بخش تھا اور باایں ہمہ لباسِ تقویٰ تھا۔ اس میں ضرورت کا بھی لحاظ تھا، وہ چند کپڑے اخلاقی اصولوں کی پابندی کا مظہر بھی تھا اور ذوقِ سلیم کا ترجمان بھی۔ حضورؐ کو کبر یا سے بُعد تھا اور ٹھاٹھ باٹھ سے رہنا ناپسند تھا۔ فرمایا: انما انا عبد آلبس کما یلبس العبد[2] "میں تو بس خدا کا ایک بندہ ہوں اور بندوں کی طرح سے لباس پہنتا ہوں۔ ریشم۔ دیبا اور حریر کو مردوں کے لیے آپ نے حرام قرار دیا۔ ایک بار تحفہ میں آئی ہوئی ریشمی قبا پہنی اور پھر فوراً اضطراب کے ساتھ اتار پھینکی (مشکوٰۃ)۔ تہ بند، قمیص اور عمامہ کی لمبائی چونکہ علامتِ کبر تھی اور یہ طریقِ لباس متکبرین میں

۱۔ ملاحظہ ہو: زاد المعاد ج ۱ ص ۳۰۔
۲۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۲۵۔

رائج تھا اس لیے اس سے سخت تنفر تھا۔[1] دوسری قوموں خصوصاً مذہبی طبقوں کے مخصوص فیشنوں کی تقلید اور نقالی کو بھی حضورؐ نے ممنوع ٹھہرایا[2] تاکہ امت میں اپنی خودی اور عزتِ نفس برقرار رہے نیز فیشن اور لباس کی تقلید نظریات و کردار کی تقلید پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکے۔ چنانچہ حضورؐ نے اسلامی تمدن کے تحت فیشن، آداب اور ثقافت کا ایک نیا ذوق پیدا کر دیا۔ لباس میں موسمی تحفظ، ستر، سادگی، نظافت، و نفاست اور وقار کا حضورؐ کو خاص لحاظ تھا۔ اگر ہم حضورؐ کے لباس کو وقت کے تمدنی دَور، عرب کی موسمی اور جغرافی اور تمدنی ضروریات و مروجات کے نقشے میں رکھ کر دیکھیں تو وہ بڑے معیاری ذوق کا آئینہ دار ہے۔ آئیے حضورؐ کے لباس پر ایک نگاہ ڈالیں[3]:۔

کُرتا (قمیص) بہت پسند تھا۔ کرتے کی آستین نہ تنگ رکھتے، نہ زیادہ کھلی۔ درمیانی ساخت پسند تھی آستین کلائی اور ہاتھ کے جوڑ تک پہنچتی۔ سفر (خصوصاً جہاد) کے لیے جو کُرتا پہنتے اس کے دامن اور آستین کا طول ذرا کم ہوتا۔ قمیص کا گریبان سینہ پر ہوتا جسے کبھی کبھار (موسمی تقاضے سے) کھلا بھی رکھتے اور اس حالت میں نماز پڑھتے۔ کرتا پہنتے ہوئے پہلے سیدھا ہاتھ ڈالتے، پھر اُلٹا۔ رفیقوں کو اسی کی تعلیم دیتے۔ (داہنے ہاتھ کی فوقیت اور اچھے کاموں کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال حضورؐ کی سکھائی ہوئی اسلامی ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے۔)

عمر بھر تہ بند (لنگی) استعمال فرمایا جسے ناف سے ذرا نیچے باندھتے اور نصف ساق تک (ٹخنوں سے ذرا اونچا) رکھتے۔ سامنے کا حصّہ قدرے زیادہ جھکا رہتا۔

پاجامہ (سراویل) دیکھا تو پسند کیا، آپؐ کے صحابی پہنتے تھے، ایک بار خود خریدا فرمایا۔ (اختلاف ہے کہ پہنا یا نہیں) اور وہ آپ کے ترکہ میں موجود تھا۔ اس کی خریداری کا قصہ دلچسپ ہے

---

[1] بہت سی روایات ہیں۔ مثلاً سالم کی روایت اپنے والد سے، مندرجہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ "لباسِ شہرت" پر وعید از ابن عمر۔ مندرجہ ترمذی، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ

[2] مثلاً روایت ابن عمر مندرجہ احمد و ابوداؤد۔

[3] تفاصیل کے حوالے نہیں دیئے جاسکتے۔ ماخذ کے طور پر زیادہ تر شمائل ترمذی، زاد المعاد اور المواہب اللدنیہ سامنے ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کو ساتھ لیے ہوئے حضورؐ بازار گئے اور بزازوں کے ہاں تشریف لے گئے۔ چار درہم پر پاجامہ خریدا۔ بازار میں اجناس کو تولنے کے لیے ایک خاص وزان مقرر تھا۔ وزن کرانے گئے اور اس سے کہا کہ اسے تولو (اتزن وارجح)۔ وزان کہنے لگا کہ یہ الفاظ میں نے کسی اور سے کبھی نہیں سنے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے توجہ دلائی: الا تعرف نبیّک؟ — تم اپنے نبیؐ پاک کو پہچانتے نہیں۔ وہ ہاتھ چومنے کو بڑھا تو آپؐ نے روکا کہ یہ عجمیوں کا (یعنی غیر اسلامی) طریقہ ہے۔ بہرحال وزن کرایا اور پاجامہ خرید کر لے چلے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ کیا آپ اسے پہنیں گے؟ تعجب غالباً اس بنا پر ہوا ہوگا کہ ایک تو دیرینہ معمول میں ایسی نمایاں تبدیلی عجیب لگی، دوسرے پاجامہ اہلِ فارس کا لباس تھا اور تشبّہ سے حضورؐ کا اجتناب معلوم تھا (حالانکہ دوسرے تمدنوں کے اچھے اجزا کو حضورؐ قبول فرماتے تھے)۔ آپؐ نے جواب دیا؛ ہاں پہنوں گا — سفر میں بھی، حضر میں بھی، دن کو بھی رات کو بھی۔ کیونکہ مجھے حفظِ ستر کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ ستر پوش لباس کوئی اور نہیں[1]۔

سر پر عمامہ باندھنا پسندِ خاص تھا۔ نہ بہت بھاری ہوتا تھا نہ چھوٹا۔ ایک روایت کے لحاظ سے ۷ گز لمبائی ہوتی تھی۔ عمامہ کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے جو پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے درمیان رہتا۔ آخری بل پیچھے کے رخ اڑس لیتے۔ تمازتِ آفتاب سے بچنے کے لیے شملہ کو پھیلا کر سر پر ڈال لیتے۔ اسی طرح جو بھی حالات تقاضا کرتے تو آخری بل ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر گردن کے گرد لپیٹ بھی لیتے۔ کبھی عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کی ایک دھجی (رومال) پٹی کی طرح سر سے باندھ لیتے[2]۔ بربنائے نظافت عمامہ کو تیل کی چکنائی سے بچانے کے لیے ایک خاص کپڑا (عربی نام "قناع") بالوں پر استعمال کرتے۔ جیسے کہ آج کل بھی بعض لوگ ٹوپیوں کے اندر کاغذ یا سلولائیڈ کا ٹکڑا رکھ لیتے ہیں۔ یہ دھجی چکنی نہ ہو جاتی مگر نظافت کا حال یہ تھا کہ (روایات میں تصریح ہے) اسے کبھی میلا اور گندہ نہیں دیکھا گیا۔ سفید کے علاوہ زرد رنگا ہوا، مٹیالا، خاکستری مائل یا نسواری رنگ کا عمامہ بھی باندھا ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیہ ج ا ص ۳۳۶ [2] ایک رائے یہ ہے کہ ایسا بیماری (خصوصاً دردِ سر) کی حالت میں ہوا!

اور فتح مکہ کے موقع پر سیاہ بھی استعمال فرمایا۔ عمامے کے نیچے کپڑے کی ٹوپی بھی استعمال میں رہی اور اسے پسند فرمایا۔ نیز روایات کے بموجب عمامہ کے ساتھ ٹوپی کا یہ استعمال گویا اسلامی ثقافت کا مخصوص طرز تھا اور اسے آپ نے مشرکین کے مقابلے پر امتیازی فیشن قرار دیا۔

عمامہ کے علاوہ کبھی خالی سفید ٹوپی بھی اوڑھتے۔ گھر میں اوڑھنے کی ٹوپی سر سے چپٹی ہوئی ہوتی سفر پر نکلتے تو اٹھی ہوئی باڑدار ٹوپی استعمال فرماتے۔ سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی دبیز ٹوپی بھی پہنی ہے۔

اوڑھنے کی چادر ۴ گز لمبی ۲½ گز چوڑی ہوتی تھی کبھی لپیٹ لیتے، کبھی ایک پلو سیدھے بغل سے نکال کر الٹے کندھے پر ڈال لیتے یہی چادر کبھی کبھار بیٹھے ہوئے ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیتے اور بعض مواقع پر اسے تہ کر کے تکیہ بھی بنا لیتے۔ معزز ملاقاتیوں کی تواضع کے لیے چادر اتار کر بچھا بھی دیتے یمن کی چادر جسے حَبَرہ کہا جاتا تھا بہت پسند تھی۔ اس میں سرخ یا سبز دھاریاں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ کے لیے سیاہ چادر (غالباً بالوں کی) بھی بنائی گئی۔ اسے اوڑھا تو پسینے کی وجہ سے بُو دینے لگی۔ چنانچہ نظافت کی وجہ سے پھر اسے نہیں اوڑھا۔

نیا کپڑا خدا کی حمد اور شکر کے ساتھ بالعموم جمعہ کے روز پہنتے۔ فاضل جوڑے بنوا کر نہیں رکھتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے، ان کی مرمت کرتے، احتیاطاً گھر میں دیکھ لیتے کہ مجمع میں بیٹھنے کی وجہ سے (مجالس اور نمازوں میں میلے کچیلے لوگ بھی آتے تھے اور صفائی کا عام معیار بھی آپؐ ہی نے مسلسل تربیت کر کر کے برسوں میں بلند کیا) کوئی جوں وغیرہ نہ آگھسی ہو۔

جہاں ایک طرف فقر و سادگی کی وہ شان تھی وہاں دوسری طرف آپؐ کو رہبانیت کا سدِباب بھی کرنا تھا اور اس اصول کا مظاہرہ بھی مطلوب تھا کہ "اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمت (رزق) کا اثر اس کے بندے سے عیاں ہو" سو حضورؐ نے کبھی کبھار اچھا لباس بھی زیب بدن فرمایا۔ آپؐ کا مسلک اعتدال تھا۔ اور انتہاپسندی سے امت کو بچانا مطلوب تھا۔ چنانچہ تنگ آستین کا

لہ عن عمرو ابن شعیب عن ابیہ (ترمذی)، (عن ابی الاحوص عن ابیہ (نسائی)

رومی جبہ بھی پہنا (بخاری و مسلم)، سرخ دھاری کا اچھا جوڑا بھی زیب بدن کیا۔ طیلسانی قسم کا کسروانی جبہ بھی کبھی کبھی پہنا۔ (المواہب اللدنیہ)[1] جس کے گریبان کے ساتھ ریشمی گوٹ لگی تھی، اور ایک بار ۲۷ اونٹنیوں کے بدلے میں ایک قیمتی جوڑا خرید فرمایا اور پہنا اور اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی۔ یہ تفسیر تھی اس قول قرآنی کی کہ "پوچھو کون ہے اللہ کی عطا کردہ زینت کو حرام کرنے والا" بس یہ ہے کہ معمول عام سادگی تھا۔

کپڑوں کے لیے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب خاطر تھا۔ فرمایا "حق یہ ہے کہ تمہارے لیے مسجدوں میں بھی اور قبروں میں بھی اللہ کے سامنے جانے کا بہترین لباس سفید لباس ہے[2]"۔ فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو اور سفید ہی کپڑے سے اپنے مُردوں کو کفن دو، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں[3]"

سفید کے بعد سبز رنگ بھی پسندیدہ تھا لیکن بالعموم اس شکل میں کہ ہلکی سبز دھاریاں ہوں۔ اسی طرح خالص شوخ سرخ رنگ بہت ہی ناپسند تھا (لباس کے علاوہ بھی اس کے استعمال کو بعض صورتوں میں ممنوع فرمایا) لیکن ہلکے سرخ رنگ کی دھاریوں والے کپڑے آپ نے پہنے۔ ہلکا زرد (مٹیالا یا بسنتی) رنگ بھی لباس میں دیکھا گیا۔

حضورؐ کا جوتا مروجہ عربی تمدن کے مطابق چپل یا کھڑاؤں کی سی شکل کا تھا جس کے دو تسمے تھے ـــ ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان رہتا، دوسرا چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بیچ میں۔ جوتے پر بال نہ ہوتے تھے جیسے کہ معمولی ذوق کے لوگوں کے جوتوں پر ہوتے۔ یہ ایک بالشت ۲ انگل لمبا تھا، تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا اور دونوں تسموں کے درمیان پنجے پر سے دو انگل کا فاصلہ تھا۔ کبھی کھڑے ہو کر پہنتے، کبھی بیٹھ کر بھی۔ پہنتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں ڈالتے پھر بایاں اور اتارتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں نکالتے پھر دایاں۔

جرابیں اور موزے بھی استعمال میں رہے۔ سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ قسم کے بھی شاہ

---

[1] روایت اسماء بنت ابی بکر (مسلم) [2] ابو داؤد و ابن ماجہ

[3] عن سمرہ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

نجاشی نے سیاہ رنگ کے سادہ موزے بطور تحفہ بھیجے تھے، انہیں پہنا اور ان پر مسح فرمایا۔ اسی طرح دحیہ کلبی نے بھی موزے تحفہ میں پیش کیے تھے ان کو آپ نے پھٹنے تک استعمال فرمایا۔

چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی جس میں کبھی چاندی کا نگینہ ہوتا تھا، کبھی حبشی پتھر کا۔ بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا پتر یا پالش چڑھا ہوا تھا۔ دوسری طرف یہ واضح ہے کہ لوہے کی انگوٹھی (اور زیور) سے آپؐ نے کراہت فرمائی ہے۔ انگوٹھی بالعموم داہنے ہی ہاتھ میں پہنی۔ کبھی کبھار بائیں میں بھی۔ درمیانی اور شہادت کی انگلی میں نہ پہنتے، چھنگلیا میں پہننا پسند تھا۔ نگینہ اوپر کی طرف رکھنے کے بجائے ہتھیلی کی طرف رکھتے۔ انگوٹھی پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ ترتیب وار نیچے سے اوپر کو تین سطروں میں کندہ تھے۔ اس سے حضورؐ خطوط پر مہر لگاتے تھے۔ محققین کی یہ رائے قرینِ صحت ہے کہ انگوٹھی مُہر کی ضرورت سے بنوائی تھی اور سیاسی منصب کی وجہ سے اس کا استعمال ضروری تھا۔

وضع قطع اور آرائش | حضورؐ اپنے بال بہت سلیقے سے رکھتے۔ ان میں کثرت سے تیل کا استعمال فرماتے، کنگھا کرتے، مانگ نکالتے، لبوں کے زائد بال ترشنے کا اہتمام تھا۔ ڈاڑھی کو بھی طول و عرض میں قینچی سے ہموار کرتے۔ اس معاملے میں رفقاء کو تربیت دیتے۔ مثلاً ایک صحابی کو پراگندہ مو دیکھا تو گرفت فرمائی، ایک صحابی کی ڈاڑھی کے زائد بال بہ نفسِ نفیس تراشے۔ فرمایا کہ جو شخص سر یا ڈاڑھی کے بال رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ان کو سلیقے اور شائستگی سے رکھے۔ مثلاً ابوقتادہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اکرمہا" (ان کو سنوار کے رکھو)[1]۔

یہ تاکیدیں حضورؐ نے اس لیے فرمائی تھیں کہ بسا اوقات مذہبی لوگ صفائی اور شائستگی کے تقاضوں سے غافل ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً رنگِ تصوف جب بڑھتا ہے اور رہبانیت ابھرتی ہے تو غلیظ رہنا علومِ نسبت کی دلیل بن جاتا ہے۔ اس خطرے کا سدِ باب فرمایا۔

سفر و حضر میں سات چیزیں ہمیشہ ساتھ رہتیں اور بستر کے قریب۔ (۱) تیل کی شیشی (۲) کنگھا

---

[1] روایتِ ابوہریرہ (ابوداؤد)

(ہاتھی دانت کا بھی)، (۳) سرمہ دانی (سیاہ رنگ کی)، (۴) قینچی (۵) مسواک (۶) آئینہ (۷) لکڑی کی ایک تپلی کھچی۔

سرمہ رات کو سوتے ہوئے (تاکہ زیادہ نمایاں نہ ہو) تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں ڈالتے آخر رات میں حاجات سے فارغ ہو کر وضو کرتے، لباس طلب کرتے اور خوشبو لگاتے ریحان کی خوشبو پسند تھی۔ مہندی کے پھول بھی بھینی خوشبو کی وجہ سے مرغوب تھے۔ مشک اور عود کی خوشبو سب سے بڑھ کر پسندیدہ رہی گھر میں خوشبودار دھونی لیا کرتے۔ ایک عطردان تھا جس میں بہترین خوشبو موجود رہتی اور استعمال میں آتی (کبھی حضرت عائشہ اپنے دستِ مبارک سے خوشبو لگاتیں)۔ مشہور بات ہے کہ آپ جس کوچے سے گزر جاتے تھے، دیر تک اس میں مہک رہتی تھی اور فضائیں بتاتی تھی کہ "گذر گیا ہے اِدھر سے وہ کاروانِ بہار"۔ خوشبو ہدیہ کی جاتی تو ضرور قبول فرماتے اور کوئی اگر خوشبو کا ہدیہ لینے میں تامل کرتا تو ناپسند فرماتے۔ اسلامی ثقافت کے مخصوص ذوق کے تحت آپؐ نے مردوں کے لیے ایسی خوشبو پسند فرمائی جس کا رنگ مخفی رہے اور مہک پھیلے اور عورتوں کے لیے وہ جس کا رنگ نمایاں ہو، مہک مخفی رہے۔

رفتار: حضورؐ کی چال عظمت، وقار، شرافت اور احساسِ ذمہ داری کی ترجمان تھی۔ چلتے تو مضبوطی سے قدم جما کر چلتے۔ ڈھیلے ڈھالے طریق سے قدم گھسیٹ کر نہیں۔ بدن سمٹا ہوا رہتا، دائیں بائیں دیکھے بغیر چلتے، قوت سے آگے کو قدم اٹھاتے، قامت میں آگے کی طرف قدرے جھکاؤ ہوتا، ایسا معلوم ہوتا کہ اونچائی سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ ہند بن ابی ہالہ کے الفاظ میں "گویا زمین آپ کی رفتار کے ساتھ ساتھ لپٹی جا رہی ہے"۔ رفتار تیز ہوتی، قدم کھلے کھلے رکھتے، آپ معمولی رفتار سے چلتے مگر بقولِ حضرت ابوہریرہؓ "ہم مشکل سے ساتھ دے پاتے"۔ حضورؐ کی رفتار یہ پیغام بھی دیتی جاتی تھی کہ "زمین میں گھمنڈ کی چال نہ چلو" (سورۂ لقمان)!

تکلم: تکلم انسان کے ایمان، علم، کردار اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اتار چڑھاؤ، لہجہ کا اسلوب اور بیان کا زور، یہ

ساری چیزیں واضح کرتی ہیں کہ متکلم کس پائے کی شخصیت کا علمبردار ہے۔

حضورؐ کے منصب اور ذمہ داریوں کی نوعیت ایسی تھی کہ ان کا بھاری بوجھ اگر کسی دوسری شخصیت پر ڈالا گیا ہوتا تو وہ تفکرات میں ڈوب کر رہ جاتا اور اسے خلوت محبوب ہو جاتی، لیکن حضورؐ کے کمالات خاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ایک طرف آپ تفکرات اور مسائل مہمّہ کا پہاڑ اٹھائے ہوئے ہوتے اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گزرتے، لیکن دوسری طرف لوگوں میں خوب گھلنا ملنا بھی رہتا اور دن رات گفتگوؤں کا دور چلتا۔ مزاج کی سنجیدگی اپنی جگہ تھی اور تبسّم و مزاح اپنی جگہ۔ اضداد میں عجیب توازن تھا جس کی مظہر حضورؐ کی ذات تھی۔ ایک عالمی تحریک کی ذمہ داری، ایک سلطنت کے مسائل، ایک جماعت اور معاشرہ کے معاملات اور پھر اپنے خاصے بڑے کنبے کی ذمہ داریاں اچھا خاصا پہاڑ تھیں جنہیں حضورؐ کے کندھے اٹھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ امام حسنؓ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ وہ "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متواتر پریشانیوں میں رہتے، ہمیشہ مسائل پر غور کرتے، کبھی آپؐ کو بے فکری کا کوئی لمحہ نہ ملا، دیر دیر تک خاموش رہتے اور بلاضرورت فضول بات چیت نہ کرتے"[1]

لیکن آپؐ ایک داعی تھے اور ایک تحریک کے سربراہ، اس لیے تبلیغ و تعلیم اور تزکیہ اور سیاسی انتظام چلانے کے لیے لوگوں سے رابطہ ضروری تھا جس کے لیے سب سے اہم ذریعہ تکلم ہے۔ لہٰذا دوسری طرف صورتِ حال حضرت زیدؓ بن ثابت کے الفاظ میں یوں رہتی کہ "جب ہم دنیوی معاملات کا ذکر کر رہے ہوتے تو حضورؐ بھی اس ذکر میں حصہ لیتے، جب ہم آخرت پر گفتگو کرتے تو حضورؐ بھی ہمارے ساتھ اسی موضوع پر تکلم فرماتے اور جب ہم لوگ کھانے پینے کی کوئی بات چھیڑتے تو حضورؐ بھی اس میں شامل رہتے"[2] اس کے باوجود آپؐ نے خدا کی قسم کھا کر یہ اصولی حقیقت بیان فرمائی کہ میری زبان سے حق کے ماسوا کوئی بات ادا نہیں ہوتی۔ قرآن نے بھی وما ینطق عن الھویٰ کی گواہی دی۔

---

[1] شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا بلکہ الفاظ ساتھ ساتھ گنے جا سکتے تھے۔ ام معبد نے کیا خوب تعریف بیان کی کہ "گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی" ــ الفاظ نہ ضرورت سے کم، نہ زیادہ "ــ" نہ کوتاہ سخن، نہ طویل گو"۔ تاکید، تفہیم اور تسہیل حفظ کے لیے خاص الفاظ اور کلمات کو تین بار دہراتے بھی تھے۔ بعض امور میں تصریح سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے تو کنایہ میں فرماتے۔ مکروہ اور فحش اور غیر حیادارانہ کلمات سے تنفر تھا۔ گفتگو میں بالعموم ایک مسکراہٹ شامل رہتی۔ عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ "میں نے حضورؐ سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا"۔ یہ مسکراہٹ حضورؐ کی سنجیدگی کو خشونت بننے سے بچاتی تھی اور رفقا کے لیے وجہِ جاذبیت ہوتی۔ بات کرتے ہوئے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ گفتگو کے دوران میں کسی بات پر زور دینے کے لیے ٹیک سے اٹھ کر سیدھے ہو بیٹھتے اور خاص جملوں کو بار بار دہراتے۔ حاضرین کو کسی بات سے ڈراتے تو تکلّم کے ساتھ ساتھ زمین پر ہاتھ مارتے۔ بات کی وضاحت کے لیے ہاتھوں اور انگلیوں کے اشارات (GESTURES) سے بھی مدد لیتے۔ مثلاً دو چیزوں کا اکٹھا ہونا واضح کرنے کے لیے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھاتے کبھی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم دگر آرپار کر کے مضبوطی یا جمعیت کا مفہوم نمایاں کرتے۔ کسی شے یا سمت میں اشارہ کرنا ہوتا تو پورا ہاتھ حرکت میں لاتے۔ کبھی ٹیک لگائے ہوئے اہم معاملات پر بات کرتے تو سیدھے ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ کی پشت پر رکھ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے۔ تعجب کے موقعوں پر ہتھیلی کو الٹ دیتے، کبھی سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی الٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے، کبھی سر ہلاتے اور ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے، کبھی ہاتھ کو ران پر مارتے

ــ قریشِ مکہ کے ایک مہذب خاندان کا یہ ممتاز فرد قبیلہ بنو سعد کی فضاؤں میں عرب کی فصیح ترین زبان سے آراستہ تو تھا ہی، وحی کی لسانِ مبین نے حُسنِ گفتار کو اور بھی صیقل کر دیا تھا۔ حق یہ ہے کہ حضورؐ افصح العرب تھے۔ حضورؐ کے کلام کا جہاں ادبی معیار بہت بلند تھا، وہاں اس میں عام فہم سادگی بھی تھی اور پھر کمال یہ کہ کبھی کوئی گھٹیا اور بازاری لفظ استعمال میں نہیں لیا اور نہ کبھی

مصنوعی طرز کی زبان پسند فرمائی۔ کہنا چاہیے کہ حضورؐ نے اپنی دعوت اور اپنے مشن کی ضروریات سے خود اپنی ایک زبان پیدا کی تھی، ایک اسلوب بنایا تھا۔ چنانچہ حضورؐ کے ایک قول الحرب خدعۃ پر بحث کرتے ہوئے ثعلب کا کہنا تھا کہ "ھی لغۃ النبیؐ" یہ نبی اکرمؐ کی مخصوص زبان تھی۔ بے شمار اصطلاحات بنائیں، تراکیب پیدا کیں، تشبیہیں اور تمثیلیں وضع کیں، خطابت کا نیا انداز نکالا۔ اور بہت سے مروج الفاظ و اسالیب کو متروک کیا۔ ایک مرتبہ بنو نہد کے لوگ آئے تو گفتگو رہی جس کے دوران میں آنے والوں نے تعجب سے کہا: "اے اللہ کے نبی ہم آپ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ایک ہی مقام میں پرورش پائی ہے، پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ ایسی عربی میں بات کرتے ہیں کہ جس (کی لطافتوں) کو ہم میں سے اکثر نہیں سمجھ سکتے؟" فرمایا اور خوب فرمایا "ان اللہ عزوجل أدبنی فاحسن ادبی ونشأتُ فی بنی سعد بن بکر" (میری لسانی تربیت خود اللہ عزوجل نے فرمائی ہے اور میرے ذوقِ ادب کو خوشتر بنا دیا۔ نیز میں نے قبیلہ سعد کی فصاحت آموز فضا میں پرورش پائی ہے)۔ ایک موقعے پر کسی ملاقاتی سے بات ہوئی حضرت ابوبکرؓ تعجب سے سن رہے تھے۔ پوچھا اس شخص نے آپ سے کیا کہا اور آپؐ نے کیا فرمایا؟ حضورؐ نے وضاحت کی۔ اس پر جناب صدیقؓ کہنے لگے: "میں عرب میں گھوما پھرا ہوں اور فصحائے عرب کا کلام سُنا ہے لیکن آپ سے بڑھ کر کلامِ فصیح کسی اور سے نہیں سنا"۔ یہاں بھی وہی بات حضورؐ فرماتے ہیں: ادبنی ربی ونشأت فی بنی سعد۔ اسی طرح حضرت عمرؓ ایک بار کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ فصاحت میں ہم سب سے بالاتر ہیں، حالانکہ آپؐ ہم سے کبھی الگ نہیں ہوئے؟" فرمایا: "کانت لغۃ اسمٰعیل قد درست فجاءنی بھا جبریل فحفّظنیھا" (میری زبان اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان ہے جسے میں نے خاص طور سے سیکھا ہے، اسے جبریل مجھ تک لائے اور میرے ذہن نشین کر دی[1])۔ مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کی زبان معمولی عربی نہ تھی بلکہ خاص پیغمبرانہ زبان تھی جس کا جوڑ اسمٰعیلی زبان سے ملتا تھا اور جبریل

[1] تفاصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۵۶۔

جس زبان میں قرآن لاتے تھے وہ بھی وہی پیغمبرانہ زبان تھی ۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر سامنے رہنا چاہیے کہ اکابرِ تاریخ خصوصاً انبیاء جو ایک مشن لے کر ماحول سے کشمکش کرتے ہیں اور ان میں ہر آن سچے جذبات کی موجیں اٹھتی ہیں وہ بات کرتے ہیں تو اس میں مقصد کی عظمت معنوی گہرائی پیدا کرتی ہے، مخلصانہ جذبے اسے ادبی چاشنی دیتے ہیں اور کردار کی بلندی اسے پاکیزہ بناتی ہے۔

حضورؐ کی امتیازی شان یہ تھی کہ آپ کو "جوامع الکلم" عطا کیے گئے تھے ۔ خود فرمایا کہ "اُعطیت بجوامع الکلم"[۱]۔ جوامع الکلم حضورؐ کے وہ مختصر ترین کلمے ہیں جو معنوی لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں۔ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی پیش کرنے میں سرورِ عالم اپنی مثال آپ تھے اور اسے خصوصی عطیاتِ رب میں شمار کیا۔

یہاں ہم چند مثالیں بیان کریں گے ۔

(۱) "المرء مع من احبّ"۔ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔

(۲) "اَسلِم تَسلِم"۔ تم اسلام لاؤ تو سلامتی پاؤ گے[۲]۔

(۳) "انما الاعمال بالنیات" اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔

(۴) "لیس للعامل من عملہ الا ما نواہ"۔ کسی عمل کرنے والے کو اپنے عمل میں سے بجز اس کے کچھ نہیں ملتا ہے جو کچھ کہ اس نے نیت کی ہے ۔

(۵) "الولد للفراش وللعاھر الحجر"۔ بیٹا اس کا جس کے بستر پر (گھر میں) ولادت پائے اور زانی کے لیے پتھر!

(۶) الحرب خدعۃ" جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے۔

(۷) "لیس الخبرُ کا لمُعَاینۃِ"۔ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ ۔

(۸) "المجالس بالامانۃ"۔ مجالس کے لیے امانت (رازداری) لازم ہے

---

[۱] روایت ابوہریرہ (مسلم) [۲] نامۂ دعوت بنام ہرقل روم۔

(۹) "ترک الشر صدقۃ" برائی سے باز آنا بھی صدقہ (نیکی) ہے۔

(۱۰) "سید القوم خادمھم" قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

(۱۱) "کل ذی نعمۃ محسودًا" ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے۔

(۱۲) "الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ۔ حسنِ گفتار بھی ایک صدقہ (نیکی) ہے۔

(۱۳) من لا یرحم، لا یُرحم" جو (مخلوق پر، خصوصاً انسانوں پر) رحم نہیں کرتا اس پر (خدا کی بارگاہ سے) رحم نہ کیا جائے گا۔

ارشاداتِ رسالتمآب بلحاظِ الفاظ، بلحاظِ اسلوب، بلحاظِ روح بالعموم پہچانے جاتے ہیں اور احادیث اور سیرت کے ریکارڈ میں حضورؐ کے جو اجزائے کلام ہیں وہ موتیوں کی سی لمعانی رکھتے ہیں۔ تھوڑے الفاظ ان کا خوش آہنگ گٹھاؤ، ان میں معنوی گہرائی، دل پر اثر کرنے والی رُوحِ اخلاص کلامِ نبوی کے امتیازات میں سے ہے۔ مناسب ہو گا کہ دو تین پارہ ہائے فصاحت یہاں درج کیے جائیں۔

★ "میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں، نظامِ اجتماعی کے لیے سمع و طاعت کی تاکید کرتا ہوں — خواہ (اسے چلانے کے لیے) کوئی حبشی غلام ہی (بر سرِ قیادت) کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات سے دوچار ہوں گے۔ پس (ایسے حالات میں) تم پر لازم ہے کہ میرے طریقے اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرو، اس کو مضبوطی سے تھامو، اسے دانتوں سے پکڑے رکھو۔ خبردار! دین میں نئے نئے شگوفے چھوڑنے سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر نیا شگوفہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[1]"

★ عمرو بن عَبَسَہ نے حضورؐ سے کچھ باتیں کیں جن کے بہت ہی مختصر مگر جامع جوابات حضورؐ نے دیئے۔ اس چھوٹے سے مکالمہ کو ملاحظہ کیجیے:۔

"اس (دعوت و تحریک کے) کام میں (ابتداءً) کون کون آپؐ کے ساتھ تھا؟"

"ایک مردِ آزاد (مراد حضرت ابوبکرؓ) اور ایک غلام (مراد حضرت بلالؓ)۔"

---

[1] مشکوٰۃ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

"اسلام (کی اخلاقی حقیقت) کیا ہے؟"

"پاکیزہ گفتار اور بھوکوں کو کھانا کھلانا"

"ایمان (کا جوہر) کیا ہے؟"

"صبر اور سخاوت"

"کیسا اسلام افضل (معیاری) ہے؟"

"اس شخص کا جس کی زبان اور جس کے ہاتھ کی زیادتیوں سے مسلمان محفوظ رہیں"

"کیسا ایمان افضل (معیاری) ہے؟"

"جس کے ساتھ پسندیدہ اخلاق پایا جائے"

"کیسی نماز افضل (معیاری) ہے؟"

"جس میں دیر تک عاجزی سے قیام کیا جائے"

"کیسی ہجرت افضل (معیاری) ہے؟"

"ایسی کہ تم اُن چیزوں سے کنارہ کش ہو جاؤ جو تمہارے پروردگار کو ناپسند ہیں"

"کیسا جہاد افضل (معیاری) ہے؟"

"اس شخص کا جس کا گھوڑا بھی میدان میں مارا جائے اور خود بھی شہادت پائے"

"کونسی گھڑی (عبادت کے لیے) سب سے بڑھ کر ہے؟"

"رات کا پچھلا پہر"[۱]

★ ایک بار دریافت کیا گیا کہ انسانوں کو دوزخ تک پہنچانے کے موجبات زیادہ تر کیا ہیں؟ فرمایا: "الفم والفرج"[۲] یعنی دہن اور شرمگاہ۔ دہن سے اشارہ ہے کلام اور طعام دو چیزوں کی طرف۔ اور شرمگاہ سے اشارہ ہے جنسی داعیات کی طرف یعنی کلام کا فاسد ہونا، روزی کا ناپاک ہونا اور جنسی جذبات کا بے راہ رو ہونا انسانوں کی عاقبت کو سب سے زیادہ برباد کرنے والا ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان   [۲] روایت ابوہریرہؓ (ترمذی)

بشتر جھگڑے اور تصادم اور زیادتیاں اور ظلم بھی انہی خرابیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

★ حضرت علیؓ نے ایک بار سوال کیا کہ آپؐ اپنے مسلک کی وضاحت کریں۔ آپؐ نے مختصراً جس فصیح انداز سے جواب دیا اور اس جواب میں اپنے طرزِ فکر، اپنے کردار اور اپنی روحانیت کی جامع تصویر کھینچ دی وہ بجائے خود انسانی کلام کی تاریخ میں ایک اعجاز ہے۔ ملاحظہ ہو:

" المعرفۃُ رأس مالی، والعقلُ اصلُ دینی، والحب اساسی، وَ الشَّوقُ مَرْکَبِی، وَذکر اللّٰہ انیسی، وَالثِّقَۃُ کَنْزِی، وَالحُزْنُ رفیقی، وَ العِلْمُ سلاحی، وَالصَّبْرُ رِدائی، وَالرِّضاء غنیمتی، وَالعجزُ فخری، وَالزُّھد حِرْفَتِی، وَالیَقِیْنُ قُوَّتی، وَالصِّدْقُ شفیعی، وَالطَّاعۃُ حَسْبی، وَالجِہادُ خُلُقِی وَقُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلوٰۃِ[1]

ترجمہ: عرفان میرا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، خدا کی رضا میری غنیمت ہے، عاجزی میرے لیے وجہِ اعزاز ہے، زُہد میرا پیشہ ہے، یقین میری طاقت ہے (لفظ قوت ہو تو غذا ہے) صدق میرا سفارشی ہے، طاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا کردار ہے — اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"

★ حسنِ تمثیل کی بے شمار زریں مثالیں آپؐ کے کلام میں محفوظ ہیں جن کی مدد سے بڑے بڑے حقائق آپؐ نے بدوؤں کے ذہن نشین کرا دیئے۔ ان میں یہاں ایک ہی کو لیجیے۔

• مجھے خدا نے ہدایت اور علم کا جو کچھ سرمایہ دے کر اٹھایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ زمین پر موسلادھار بارش ہو، پھر اس زمین کا جو ٹکڑا بہت ہی زرخیز ہے اس نے پانی کو پوری طرح جذب کیا اور مرجھایا ہوا سبزہ اس سے تر و تازہ ہو گیا اور نئی بوٹیاں

[1] ملاحظہ ہو: روایت حضرت علی مندرجہ "الشفا" از قاضی عیاض

کثرت سے اُگ آئیں۔ پھر زمین کا کچھ سخت حصہ ایسا بھی تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جمع کر رکھا اور اللہ نے اسے لوگوں کے لیے مفید بنایا، انھوں نے اس کو پیا پلایا اور کھیتیوں کو اس سے سیراب کیا۔ پھر یہ پانی ایک اور قطعہ پر برسا جو چٹیل میدان تھا اور نہ اس نے پانی جمع کر کے رکھا، نہ جذب کر کے روئیدگی دکھائی۔ پس اس میں ایک مثال تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے علمِ دین میں سوجھ بوجھ پیدا کی اور جو کچھ ہدایت مجھے دے کر اللہ نے اٹھایا ہے اس سے اسے فائدہ پہنچا، اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو سن کر سر نہیں اٹھایا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ذریعے بھیجی گئی ہے۔"

—— آپؐ کے اندازِ گفتگو کا کوئی عنوان باندھا جا سکتا ہے تو قرآن کے اس جملے کو کہ "قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ لوگوں کو حسنِ تکلم سے خطاب کرو۔" آپؐ کا حسنِ کلام سادگی کی شان لیے ہوئے تھا۔ بناوٹی کلام سے آپ کو بُعد تھا۔ فرمایا:

"اَبْعَدُكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ الْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ" — تم میں سے قیامت کے روز وہ لوگ مجھ سے انتہائی دوری پر ہوں گے جو بڑے بول بولنے والے باتونی اور گھمنڈ جتانے والے ہیں۔

اسی طرح آپ کو سنجیدگی اور پاکیزگی کی حدود سے نکل کر فحش کے دائرے میں داخل ہونے والی گفتگو سخت ناپسند تھی —— حضورؐ کے چمن زارِ تکلم میں ہمیشہ تبسم کی شبنم لطافت دکھاتی تھی۔ سب سے بڑھ کر خندہ روئی سے آپؐ ہی کا چہرہ آراستہ رہتا تھا، باوجودیکہ ذمہ داریوں اور مشکلات و مصائب اور ہر آن کی پریشانیوں کے خارزار درپیش تھے۔ (باقی)